احمد معاویہ (لاہور)

شہیدِ مہر ووفا.... مولانا پیر جی عبدالعلیم شہید

اس حسن پاکباز کی آتی ہے اب بھی یاد
نورِ سحر کے ساتھ کبھی چاندنی کے ساتھ

تحریک آزادیٔ ہند اور جہاد شاملی کے عظیم مجاہد مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفۂ مجاز حضرت حافظ محمد صالح رحمہ اللہ کے پوتے، ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی و سیاسی تحریکوں کے سرپرست، مسندِ بیعت و ارشاد کے آفتاب و ماہتاب حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت پیر جی عبداللطیف رائے پوری رحمہ اللہ کے فرزندِ دلبند، حضرت پیر جی عبدالعلیم رائے پوری جنہیں آج مرحوم کہتے اور لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے.......... نہیں معلوم تھا کہ وہ ہم سے اتنی جلدی روٹھ کر عالمِ بقا کو سدھار جائیں گے۔ اور ہمیں یوں روتا چھوڑ جائیں گے۔

ہا...... پیر جی عبدالعلیم! شگفتہ طبیعت، ہنس مکھ، ملنسار، پیکرِ محبت و خلوص، مہمان نواز، دوستوں کے دوست، دشمنوں کے شریف دشمن، چہرے پر سیاہ گھنی داڑھی، بوٹا سا قد، سفید اُجلا لباس اور سر پر ململ کا سفید رومال...... یہ مختصر سراپا ہے ان کا۔

پیر جی عبدالعلیم...... جنہوں نے ایک ایسے گھرانے میں پرورش پائی جو ہر لحاظ سے خیر و برکت سے مالا مال تھا، جہاں علم، زہد و تقویٰ اور للّٰہیت کا چرچا تھا۔ جہاں بیمار روحیں آتیں اور شفا اور ہدایت کی دولت لے کر واپس پلٹتیں۔ اسی ماحول میں بچپن گزرا، ذرا بڑے ہوئے تو شیخِ وقت اور قطبُ الاقطاب حضرت پیر جی عبدالعزیز رائے پوری کے پاس تعلیم کے لئے بٹھا دیا گیا۔ جو رشتہ میں تایا بھی لگتے تھے۔ فارسی اپنے تایا جان کے پاس ہی پڑھی۔ بعد میں تب کے عظیم مدرسہ جامعہ رشیدیہ (ساہیوال) میں بغرض تعلیم بھیج دئے گئے۔ جہاں تحریکِ ریشمی رومال کے گمنام مجاہد حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب قدس سرہ، علما، طلباء، اور عوام الناس کو اپنے علوم اور فیوض و برکات سے نواز رہے تھے۔ یہاں جن اساتذہ کی صحبت میسر رہی ان میں حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری، حضرت حافظ محمد صدیق صاحب اور علامہ غلام رسول صاحب جیسی عظیم ہستیوں کے نام آتے ہیں۔ اسی دور میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری بھی جامعہ رشیدیہ میں متعلم تھے یہ دونوں حضرات ہم درس و ہم سبق تھے یہیں سے ان دونوں میں وفاء و محبت کا وہ تعلق شروع ہوا جس کے درمیان اب موت تو حائل ہے مگر محبت ختم نہیں ہوئی۔

غالباً ۱۹۶۰ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ فراغت کے بعد واپس چیچہ وطنی اپنے والد ماجد کے ہاں چلے آئے اور مدرسہ تجوید القرآن میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مگر طبیعت

کے عدم میلان کی وجہ سے یہ سلسلہ زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکا۔

چیچاوطنی میں مجلس احرارِ اسلام کے ساتھ تعاون اور احرار قائدین سے تعلق تو قدیم سے چلا آرہا تھا اور گاہے بگاہے جانشین امیرِ شریعت حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری اور حضرت سید عطاء المحسن بخاری مد ظلہم کو مدرسہ تجوید القرآن کے سالانہ جلسوں میں بلواتے رہتے مگر باقاعدہ تعلق کچھ اس طرح ہوا کہ ۱۹۷۶ء میں قائد احرار سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ جماعتی دورے پر چیچاوطنی تشریف لائے تو پیر جی عبداللطیف رحمہ اللہ سے پیر جی عبدالعلیم کو مانگ لیا کہ "حضرت اپنا یہ بیٹا مجھے دیدیں"، حضرت نے فرمایا "یہ آپکا ہے"۔ تب سے شہادت تک احرار کا دم بھرتے رہے، یوں انہوں نے رفاقت کی عظیم مثال قائم کر کے قائدین احرار اور جماعت احرار کے ساتھ تعلق واستواری کا دیپ جلائے رکھا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت (جس کے نتیجے میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا) میں اور ۷۷ء کی تحریکِ نظام مصطفیٰ میں علاقہ کی سطح پر نمایاں کام سرانجام دیا۔ ۱۹۷۷ء میں جب پیر جی شہید کے والدِ گرامی قدر حضرت پیر جی عبداللطیف کا انتقال ہوا تو لوگوں کا آپ ہی کی طرف رجوع ہونے لگا۔ چنانچہ اپنے والد ماجد کی مسند کو سنبھالا۔ ساتھ ساتھ اپنے عظیم باپ کی قائم کردہ درس گاہ مدرسہ تجوید القرآن کی نظامت کے فرائض بھی انجام دینے شروع کئے۔ آپ کے حسنِ انتظام کو دیکھ کر جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ناظم اعلیٰ مولانا حبیب اللہ رشیدی رحمہ اللہ نے پیر جی شہید کو اپنے ہاں بلوایا اور جامعہ کا اہتمام وانصرام آپ کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ مولانا حبیب اللہ رشیدی کی زندگی میں ناظم اور وفات کے بعد ناظم اعلیٰ رہے۔

والد محترم کی تربیت اور تایا جان کی روحانی توجہات کا اثر تھا کہ طبیعت بہت سادہ اور صاف گو تھی۔ کسی قسم کے تصنع اور بناوٹ سے پاک تھے۔ ہر ملنے والے سے یوں محبت کے ساتھ پیش آتے کہ وہ خیال کرتا شاید یہ میرے ہی ہیں۔ گھر ہوتے تو سارا دن دستر خوان چلتا، مہمانوں کی آؤ بھگت اور خاطر مدارت ہوتی، لسی اور میوہ جات کا بنا ہوا گڑ اس گھر کی خاص چیزیں تھیں۔ دوستوں میں ہوتے تو کبھی اپنی برتری کا احساس نہیں دلایا۔ ہر آنے والے سے کھڑے ہو کر معانقہ کرنا اور جاتے وقت باہر دروازے تک چھوڑنا خاص عادت تھی۔ پیر جی شہید کی محفل میں عالم وجاہل امیر وغریب، تاجر، ریڑھی بان اور چھابڑی فروش غرض ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہوتے اور ہر ایک سے مساوی سلوک ہوتا۔ "جَوان" خاص تکیہ کلام تھا، راقم شہادت سے قریباً ہفتہ قبل ان کے گھر کے قریب ہی ملا تو دیکھتے ہی کہنے لگے "آ بھئی جَوان کیہ حال اے"! ان کے اس ایک لفظ "جَوان" میں محبت واپنائیت کی وہ چاشنی تھی جسے محسوس تو کیا جا سکتا ہے مگر زبان وقلم اس کیفیت کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

پیر جی کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ چھوٹے بچوں سے بہت شفقت کے ساتھ پیش آتے۔ اپنے برادرِ بزرگ جناب حافظ عبدالمجید صاحب کے پوتے اور قاری عبدالرحمن کے فرزند اسد الرحمن سے خاص انس اور پیار تھا۔ گھر میں پیر جی کی اہلیہ نے بچیوں کے لئے حفظ قرآن اور دینی تعلیم کا مکتب کھول رکھا ہے

جہاں سے اب تک سینکڑوں بچیاں حفظ و ناظرہ قرآن مکمل کر چکی ہیں۔ آج یہ سب حضرت پیر جی شہید کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

قدرت کی طرف سے معاملہ فہمی کا خاص وصف عطا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت پیر جی عبداللطیف رحمہ اللہ کی وفات کے بعد لوگ اپنے معاملات کو نمٹانے کے لئے اور اپنے جھگڑوں میں پیر جی شہید کو ثالث بنانے لگے۔ اس سلسلہ میں اگر کہیں سفر بھی کرنا پڑتا تو کوشش یہی ہوتی کہ اپنا ہی خرچ ہو دوسرے پر بوجھ نہ بنیں۔ جس شام شہادت کا وقوعہ ہوا اسی روز قریباً چھے گھنٹے کی پنچایت کے بعد ایک جھگڑے کا فیصلہ کیا۔ چیچاوطنی کے کتنے ہی لوگ آپ کی محبتوں کے شہید تھے۔ ایک صاحب شہادت کے قریباً مہینہ بعد ملے، کہنے لگے کہ "اب پیر جی شہید کی بیٹھک سونی سونی لگتی ہے۔ ویسے بھی ان کے بعد کس کی تاب ہے وہاں قدم رکھنے کی۔ بس پیر جی کے گھر کے سامنے والی دکان پر جا بیٹھتا ہوں اور مکان کے در و دیوار کو تکا کرتا ہوں یوں اپنے دل کی اداسیوں کو ختم کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہوں۔" چیچاوطنی کی معروف دینی و سماجی شخصیت محترم عبداللطیف خالد چیمہ اور پیر جی کا آپس میں گہرا تعلق تھا۔ چیمہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ "ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک تقریر کی پاداش میں مقدمہ درج ہوا اور میں پابند سلاسل ہو گیا۔ مقدمہ کی پیروی سوائے پیر جی کے کسی نے نہیں کی۔ ابتداء سے لیکر رہا ہونے تک ہر ہر قدم پر اپنی محبتوں اور شفقتوں سے نوازا۔ ان کی خوبصورت ادائیں ایک ایک کر کے یاد آتی ہیں۔"

کہاں سے آئیں گے ایسے خلوص کے پیکر
زبان میں جن کی، محبت کی چاشنی دیکھیں

پیر جی شہید فی الواقع ایسے انسان تھے جو اس گئے گذرے دور میں جبکہ لوگ اپنے نسبی رشتوں کو بھی بے دریغ پامال کر رہے ہیں۔ بہت غنیمت آدمی تھے۔

چیچاوطنی میں کسی بھی دینی تحریک میں آپ کی شمولیت کامیابی کی ضمانت ہوتی۔ شہر کی سڑکوں، چوکوں، چوراہوں کو حضرات خلفاءِ راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں سے منسوب کیا گیا تو اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ ۱۹۸۴ء میں شہر کے مرکزی فوارہ چوک کو "شہداء ختم نبوت چوک" کے نام سے منسوب کیا گیا تو اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کی طرف سے خیر مقدم کے طور پر جامع مسجد کے سامنے بہت بڑا اجتماع منعقد کیا اور چیئرمین بلدیہ کو مبارکباد دی۔

باطل فرقوں کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ فتنۂ مرزائیت کے خلاف ضلع ساہیوال کی سطح پر ہر تحریک میں حصہ لیا بلکہ قیادت کی۔ اسی طرح دشمنان ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام کے خلاف سرگرم رہے۔ مسلمانوں کے عقائد و افکار، اعمال و اخلاق کے تحفظ کے لئے جماعت احرار کے زیر اہتمام چیچاوطنی میں سالانہ جلسوں کی بنیاد رکھی۔ اس سلسلہ میں محرم کی سالانہ "مجلس ذکر حسین" منفرد اہمیت کی حامل ہے۔

چیچاوطنی شہر میں اپنے تعلیمی ماحول کے اعتبار سے منفرد انداز کے حامل مدرسہ دارالعلوم ختم نبوت

(جامع مسجد) کی مکمل سرپرستی فرما رہے تھے۔ مدرسہ کے کرائے کے کمروں کی رسید آپ ہی کے نام کاٹی جاتی۔ اس کے علاوہ ہاؤسنگ کالونی میں واقع مرکزی مسجد عثمانیہ اور زیر تعمیر احرار ختم نبوت سنٹر کے انتظامی مدیر بھی تھے۔

کوئی شخص ہمہ جہت خصوصیات کا حامل ہو تو بے شمار حاسدین اور دشمنوں کی آنکھ میں خار بن کے چبھنے لگتا ہے۔ چنانچہ دشمن نے فیصلہ کیا کہ اس مردِ جلیل کا اب خاتمہ کر دینا چاہیئے تاکہ ہمارے مکروہ عزائم کے خلاف ایک مضبوط دیوار ختم ہو جائے۔

۱۱ جنوری کی شام، شب برات کا موقع تھا۔ بچے بالکے پھلجھڑیاں اور پٹاخے چھوڑ رہے تھے۔ دشمن بھی چوکنا تھا۔ اسے بڑا سنہری موقع مل گیا۔ چنانچہ شب برات کے پٹاخوں کے اسی شور و شغب میں اشتری چالیں، مختاری حیلے اور سبائی سازشیں کامیاب ہو گئیں۔ حسن بن صباح کی ظاہری و معنوی اولاد، سیہ باطن و سیہ ظاہر، دین اسلام کے ازلی دشمنوں نے پیر جی کو اپنا ہدف قرار دیا اور اس پیکر محبت و مودت کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام بن گیا۔

پیر جی شہید اپنے ایک قریبی دوست شیخ امجد حسین کو رخصت کرنے کے لئے اپنے رہائش گاہ کے باہر کھڑے ہوئے تھے کہ اچانک دو موٹر سائیکل سوار آئے اور آن کی آن میں پیر جی کو اور شیخ امجد حسین کو نشانہ بنا کر یہ جا وہ جا۔ پیر جی کے ایک گولی پیٹ میں اور ایک پشت میں لگی جبکہ شیخ امجد حسین کو تین گولیاں کمر میں اور ایک ہاتھ پر لگی۔ جس سے وہ موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ پیر جی کو فوری طور پہ اندر بیٹھک میں لایا گیا اس دوران کچھ پانی پیا، شیخ امجد حسین کے متعلق پتہ کرنے کو کہا۔ اسی طرح قاری عبدالرحمن کے بیٹے اسدالرحمن کے متعلق پوچھا کہ اس کا بھی پتا کرو۔ یہ ننھا منا سا بچہ پیر جی کا بہت لاڈلا تھا۔

تازہ وقوعہ کی وجہ سے زخم کی شدت کا احساس نہ ہوا مگر جب خون زیادہ بہنا شروع ہوا تو فوری طور پہ موٹر سائیکل کے ذریعے ہسپتال لے جایا گیا۔ راستے میں یہی کہا کہ جوان! خون بہت بہہ رہا ہے۔ ہسپتال تک کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت کا ورد کرتے رہے۔ ہسپتال پہنچتے ہی آخری سانس لیا اور روح اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیر جی کی رگ حیات کو کاٹ دیا گیا، فضا ظلمت و تاریکی میں ڈوب گئی۔ دنیا اندھیر ہو گئی۔ دشمن خوش ہو گیا۔ اس کی خوشی بیکراں تھی، ان کے گھروں میں خوشیوں کے شگوفے پھوٹ رہے تھے۔ مگر ہمارے لئے تو مہر و وفا، محبت و خلوص، کا خون ہو چکا تھا۔ راقم تب دارِ بنی ہاشم ملتان میں قیام پذیر تھا۔ رات کو اچانک فون کی گھنٹی بجی، رسیور اٹھایا تو محترم سراج الدین صدیقی بول رہے تھے، رسمی علیک سلیک کے بعد بتایا کہ پیر جی عبدالعلیم کو شہید کر دیا گیا ہے۔ کانوں کو یقین نہ آیا۔ پھر پوچھا کہ ذرا پھر بتائیے کیا ہوا کیسے ہوا؟ سوالات کا ایک انبار لگ گیا۔ جب یقین آیا تو پاؤں تلے سے زمین سرکتی محسوس ہوئی، لرزتی آواز میں رسیور محترم سید محمد کفیل بخاری (نواسۂ امیر شریعت) کو دیا کہ خود ہی بات کر لیں۔

شہادت کی خبر یونہی ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف سفر کرنے لگی۔ متعلقین و متوسلین کی ایک بڑی تعداد اگلے روز چیچاوطنی پہنچ چکی تھی۔ راقم ملتان سے محترم سید محمد کفیل بخاری کے ہمراہ چیچاوطنی آیا۔ پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری جو دو روز قبل ہی پیر جی شہید سے ملاقات کر کے رحیم یار خاں پہنچے تھے فوری طور پر عازم چیچاوطنی ہوئے۔ سید عطاء المومن بخاری مدظلہ، حاصل پور کے دورے پر تھے وہ اپنا دورہ ادھورا چھوڑ کے چیچاوطنی آئے۔ ملتان کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس کے مہتمم قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا مفتی عبدالستار اور شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق جنازہ میں شرکت کے لئے پہنچے۔ لاہور سے سید نفیس شاہ صاحب خصوصی طور پر جنازہ میں شرکت کے لئے آئے۔ جنازہ سے قبل ایم سی ہائی سکول کے وسیع گراؤنڈ میں احتجاجی جلسہ ہوا۔ جس سے حضرت سید عطاء المہیمن بخاری، جناب عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا اعظم طارق، اور دیگر حضرات نے خطاب کیا، انہوں نے پیر جی شہید کو خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کے مظلومانہ قتل پر صدائے احتجاج بلند کی۔ پیر جی عطاء المہیمن نے تو اپنے مختصر خطاب میں یہی کہا کہ ہمارا تعلق ۵۷ء کے طالب علمی دور سے شروع ہوا اور تا ایں دم ہم ایسے ہی رہے تھے جیسے ماں جائے دو بھائی ہوں، پیر جی کے اس قتل پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ ہمارے درمیان ایک قیمتی انسان تھے جو دشمنوں کی سازش کا نشانہ بن گئے۔ اس موقع پر انہوں نے تمام ساتھیوں سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے آپ کو ضبط و تحمل میں رکھیں۔ اور کوئی بھی ایسا کام کرنے سے گریز کریں جس سے ہمارے اجتماعی مفاد کو زد پہنچے۔ پیر جی کے بعد مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم نشریات عبداللطیف خالد چیمہ نے اپنے ولولہ انگیز انداز میں پیر جی کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ ان کی مظلومانہ شہادت، حکومت کی مسلسل جانبداری اور مخالف فرقہ کو نوازنے پر بھرپور احتجاج کیا۔ چیمہ صاحب نے جس انداز میں احتجاج کیا یہ انہی کا حصہ تھا، ان کی تقریر کے دوران بے شمار لوگ زار و قطار رو رہے تھے اور اپنی بے بسی پر نوحہ کناں تھے۔ وہ زبانِ حال سے کہہ رہے تھے۔

اے خطۂ فردوس کے راہی تو پلٹ آ
رحلت پہ تیری غلغلۂ آہ و فغاں ہے

اس احتجاجی جلسہ میں چیچاوطنی کی تمام دینی، سیاسی، سماجی اور تاجر تنظیموں کی طرف سے قاتلوں کی گرفتاری تک ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔

نماز جنازہ ٹھیک تین بجے سہ پہر سید نفیس شاہ صاحب کی امامت میں اداء ہوئی۔ بعد ازاں پیر جی شہید کو اپنے تایا، حضرت مولانا عبدالعزیز رائپوری نور اللہ مرقدہ کی بائیں جانب پائنتی کی طرف سپردِ خاک کیا گیا۔ تدفین کے وقت نفیس شاہ صاحب بھی موجود تھے۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پیارے اور جگری دوست کو لحد میں اتارا۔

پیر جی وہاں چلے گئے جہاں سے وہ کبھی واپس نہ لوٹیں گے۔ ان کے دیوانے روئیں گے چلائیں گے اور کہیں گے کہ

بقیہ ص ۱۱۱ پر